خصوصی مطالعہ

محمد الیاس خان

تاجک معاہدۂ اُمن: توقعات اور خدشات

سوموار ۲۳ دسمبر ۱۹۹۶ء کو روس کے دارالحکومت ماسکو میں تاجکستان کے صدر امام علی رحمانوف اور متحدہ اپوزیشن کے سربراہ [نیز حزب نہضتِ اسلامی تاجکستان کے امیر] سیّد عبداللہ نوری کے درمیان تاجک بحران کے حل کے سلسلے میں ایک نسبتاً متوازن معاہدہ پر دستخط ہو گئے ہیں۔ اس معاہدے میں عبوری دور میں کاروبار حکومت چلانے کے لیے قومی مصالحتی کمیشن کی تشکیل سے متعلق متحدہ اپوزیشن کے بنیادی مطالبے کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔ مذکورہ معاہدے کی رُو سے اگرچہ عبوری دور [ایک سال سے ڈیڑھ سال تک] میں امام علی رحمانوف عہدہ صدارت پر برقرار رہیں گے تاہم اس معاہدے میں ملک کے سیاسی مستقبل سے متعلق اہم فیصلوں کا اختیار مشترکہ طور پر صدر اور قومی مصالحتی کمیشن کو سونپا گیا ہے۔ مزید یہ کہ قومی مصالحتی کمیشن کی سربراہی اپوزیشن کے پاس رہے گی۔ گویا کہ بالفاظ دیگر صدر اور قومی مصالحتی کمیشن ایک دوسرے کے یک طرفہ فیصلوں کو ویٹو کر سکیں گے۔

معاہدے میں اوائل ۱۹۹۲ء سے لے کر اب تک طرفین کی طرف سے عسکری کاروائیوں میں حصہ لینے والوں کے لیے عام معافی، ایک دوسرے کے جنگی اور سیاسی قیدیوں کے مکمل تبادلے، مکمل جنگ بندی اور یکم جولائی ۱۹۹۷ء تک مذاکرات کے ذریعے تمام متنازعہ اُمور کے تصفیہ کی دریافت پر اتفاق کر لیا گیا ہے۔

طرفین کی طرف سے اس معاہدے سے ملحق ایک عہد نامے (protocol) پر بھی دستخط کیے گئے ہیں۔ اس عہد نامے میں قومی مصالحتی کمیشن کے اغراض و مقاصد اور اختیارات کی وضاحت کی گئی ہے۔ عہد نامے کی رو سے کمیشن کی ذمہ داریاں درج ذیل ہیں:

الف۔ طرفین کے درمیان طے پانے والے سمجھوتوں کی تنفیذ کی نگرانی کا نظام وضع کرنا۔

ب۔ تارکینِ وطن اور مہاجرین کی باعزت وطن واپسی نیز سیاسی، سماجی اور اقتصادی شعبوں میں ان کی مؤثر شرکت ممکن بنانے کی غرض سے ضروری تدابیر اختیار کرنا اور ان کی بحالی کے لیے امداد و تعاون کا نظام دریافت کرنا۔

عہد نامے کی رُو سے صدرِ جمہوریہ اور قومی مصالحتی کمیشن کے مشترکہ اختیارات یہ ہوں گے:
الف۔ موجودہ دستور میں مناسب ترامیم یا اضافوں کی عوامی ریفرنڈم کے ذریعے منظوری حاصل کرنا۔
ب۔ مرکزی پارلیمان اور بلدیاتی اداروں کے انتخابات کے سلسلہ میں نئے انتخابی قوانین کی تیاری اور پارلیمان سے یا عوامی ریفرنڈموں کے ذریعے ان کی منظوری حاصل کرنا۔
ج۔ انتخابات اور عوامی ریفرنڈموں کے انعقاد کے لیے الیکشن کمیشن کی تشکیل کرنا۔
د۔ موجودہ حکومتی ڈھانچے میں حزبِ اختلاف کے نمائندوں کی شرکت کے ذریعے اصلاح کی کوششیں کرنا۔ مختلف وزارتوں، حکومتی اداروں، مقامی حکومتوں، عدلیہ اور امن عامہ سے متعلق ایجنسیوں میں حزبِ اختلاف کی نمائندگی یقینی بنانا۔ انتظامیہ سے متعلق مذکورہ بالا تمام اداروں میں تمام اطراف کی نمائندگی قومی مصالحتی کمیشن میں ان کی نمائندگی کی شرح سے ہوگی۔ (چالیس فیصد حکومت، چالیس فیصد حزبِ اختلاف اور بیس فیصد دیگر)۔ بایں ہمہ علاقائی نمائندگی کے اصول کو بھی پیش نظر رکھا جائے گا۔
ر۔ حزبِ اختلاف کے عسکری یونٹوں کی تحلیل اور ان سے اسلحہ کی واپسی۔ حزبِ اختلاف کی عسکری مشینری سے وابستہ افراد کو ان کی ذاتی ترجیحات کے مطابق یا توسول محکموں میں کھپایا جائے گا اور یا پھر انہیں امن و سلامتی سے متعلق اداروں (وزارتِ دفاع، امن و امان کے قیام سے متعلق ایجنسیوں، وزارت داخلہ اور جرائم کے تفتیشی اداروں) میں ضم کیا جائے گا۔
ز۔ طرفین کی طرف سے باہمی معافی کے معاہدہ کی تیاری اور عام معافی کے قانون کی تیاری۔ اس طرح کے قانون کی منظوری پارلیمان اور قومی مصالحتی کمیشن دونوں کی طرف سے ضروری ہوگی۔
س۔ ملک کے اندر (اور باہر) سرگرم سیاسی اور عسکری تحریکوں کو سیاسی پارٹیوں میں بدلنے کے لیے ایک لائحہ عمل کی تیاری۔
ش۔ نئے پارلیمانی انتخابات کے انعقاد کی تاریخوں سے متعلق تجاویز پیش کرنا۔ بہرحال اس طرح کی تجاویز پر پارلیمان میں بحث و مباحثہ ہوگا۔ مزید یہ کہ انتخابات اقوام متحدہ، OSCE اور حکومت —— حزبِ اختلاف امن مذاکرات کے میزبان ممالک کے نمائندوں کی نگرانی میں منعقد کرائے جائیں گے۔
ص۔ صدر جمہوریہ اور قومی مصالحتی کمیشن کے مشترکہ فیصلوں کی تنفیذ تمام ریاستی اداروں پر لازم ہوگی۔ قومی مصالحتی کمیشن اپنے فرائض کی انجام دہی میں تاجکستان میں مقیم اقوام

متحدہ اور OSCE کے مشنوں سے تنسیق وارتباط برقرار رکھے گا۔

ض۔ قومی مصالحتی کمیشن کی ذمہ داریاں اور اختیارات اس وقت اختتام پذیر ہوں گی جب منتخب نئی پارلیمان اپنے اجلاس یا اجلاسوں میں اہم پارلیمانی عہدوں کے لیے چناؤ کے عمل کو سرانجام دے دے گی۔

ط۔ یہ عہد نامہ (پروٹوکول) اُس معاہدہ کا ایک لازمی حصّہ ہے جس پر ۲۳ دسمبر ۱۹۹۶ء کو صدرِ جمہوریہ امام علی رحمانوف اور متحدہ حزبِ اختلاف کے سربراہ جناب سیّد عبداللہ نوری نے دستخط کیے۔

اس معاہدے اور عہد نامے کے بعد تاجکستان میں طویل خانہ جنگی کے بعد قیامِ امن کے امکانات روشن ہوگئے ہیں۔ تاجکستان کی اس طویل خانہ جنگی کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ ۸۰ کی دہائی کے اواخر میں صدر گورباچوف کی گلاسناسٹ اور پیروسترائیکا پالیسیوں کے نتیجے میں نسبتاً مذہبی اور سیاسی رواداری کا جو دور سابق سوویت یونین میں شروع ہوا اس سے روس سمیت سابق سوویت یونین کی دیگر مسلم جمہوریاؤں میں عرصہ دراز سے خفیہ طور پر مصروفِ عمل تحریک اسلامی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ چنانچہ ۱۹۹۰ء میں تحریک اسلامی سے وابستہ افراد نے روس کے شہر استراخان میں کل سوویت یونین حزب نہضت اسلامی کی بنیاد رکھی۔ اور اسے ماسکو کے ایک ضلع میں سرکاری طور پر رجسٹرڈ کرایا گیا۔ لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ سوویت یونین کی ایک مسلم جمہوریہ —— تاجکستان —— میں اس اسلامی سیاسی پارٹی کو کام کرنے سے روک دیا گیا۔ اور اس سے وابستہ افراد کو پابند سلاسل کر دیا گیا۔

ستمبر ۱۹۹۱ء میں آزادی کے اعلان کے بعد بھی جمہوریہ تاجکستان میں حزب نہضت اسلامی کو سیاسی عمل میں شرکت کرنے سے بزور قانون روک دیا گیا۔ نومبر ۱۹۹۱ء میں تاجکستان کے صدارتی انتخابات میں ایک سابق کمیونسٹ لیڈر رحمٰن نبی یوف صدر جمہوریہ منتخب ہوئے۔ رحمٰن نبی یوف نے برسر اقتدار آتے ہی تاجکستان میں کمیونزم کے احیاء کے لیے کام شروع کر دیا۔ سوویت عہد کے استبدادی نظام کے تمام مظاہر کھل کر اپنائے جانے لگے۔ رحمٰن نبی یوف کے آمرانہ طرز حکومت نے تاجک مسلم عوام کو شدید اضطراب اور بے چینی میں مبتلا کر دیا۔ چنانچہ رحمٰن نبی یوف کی حکومت کے خلاف عوام میں بغاوت کے جذبات زور پکڑنے لگے۔ بالآخر مئی ۱۹۹۲ء میں شدید عوامی دباؤ کے زیر اثر صدر رحمٰن نبی یوف حزب اختلاف کے ساتھ شراکت اقتدار اور نظام حکومت میں موثر اصلاحات کے اجراء پر راضی ہوگئے۔ نتیجتاً حکومت اور حزبِ اختلاف کے درمیان شراکتِ اقتدار کا ایک فارمولا طے پایا جس کی رو سے نائب صدارت سمیت حزبِ اختلاف کو آٹھ سرکاری عہدے (وزارتیں) دے دیئے گئے۔

تاجکستان کے علاقے کی تنظیمی تقسیم سوویت عہد کے کمیونسٹوں نے کچھ اس انداز سے کی کہ جس سے شمال کی نسبتاً خوشحال اور بہتر تعلیم یافتہ لیکن کمیونزم سے متاثرہ آبادی کے ہمیشہ اقتدار میں

رہنے کی راہ ہموار ہوئی۔ لینن آباد (حالیہ خجند) اور کلیاب کے اضلاع، جو کمیونسٹوں کا گڑھ شمار ہوتے ہیں، کی صنعتی، تعلیمی اور سماجی ترقی پر توجہ مرکوز رکھی گئی۔ تاکہ مقامی حکومت پر ان کی گرفت کو یقینی بنایا جا سکے۔ دارالحکومت دوشنبے سمیت جنوب کے دیگر علاقوں مثلاً "کرگن تیوبے"، "بدخشان" اور پامیر کے مرتفعات کی آبادی کو اسلامی تعلیمات اور اپنی مذہبی شناخت سے وفاداری کے جرم میں ہمیشہ پسماندہ رکھنے کی شعوری کوششیں کی گئیں۔ یہی وہ علاقے ہیں جو ۱۹۹۲ء سے جاری دوشنبے میں برسراقتدار حکومت اور متحدہ حزبِ اختلاف (بشمول تحریک اسلامی) کے مابین مذہبی اور عسکری تنازعہ میں حکومت مخالف اسلام پسندوں اور جمہوریت نواز عناصر کا حلقہ اثر رہے ہیں۔

تاجکستان کی اس علاقائی تقسیم کے تناظر میں مئی ۱۹۹۲ء میں حکومت اور متحدہ حزبِ اختلاف کے مابین شراکت اقتدار کے سمجھوتے کے نتیجے میں قائم ہونے والی نئی مخلوط حکومت کو خجند اور کلیاب کے کمیونسٹ عناصر نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ خود صدر رحمٰن نبی یوف حزبِ اختلاف کے ساتھ مخلوط حکومت کی تشکیل کے باوجود درپردہ کمیونسٹوں کی پشت پناہی میں مصروف رہے۔ یہ بذاتِ خود ایک ایسی صورت حال تھی جس نے حزبِ اختلاف کی حکومت میں شرکت غیر مؤثر بنا دی تھی۔ حزبِ اختلاف حکومت میں رہتے ہوئے بھی جمہوری اقدار کے فروغ کے لیے کچھ نہ کر سکی۔ جس حکومت میں وہ شریک تھے اس کی تمام مشینری ان کی کردار کشی میں ہمہ وقت مصروف رہتی تھی۔ سرکاری ذرائع ابلاغ میں انہیں ایرانی ایجنٹ، مذہبی پاپائیت کا علمبردار اور رجعت پسند عناصر کے طور پر پیش کیا جاتا رہا۔

رحمٰن نبی یوف کی حکومت کی اس منافقانہ روش نے ایک بار پھر تاجک عوام کو حکومت کے خلاف غیض و غضب کے اظہار کے لیے سڑکوں پر نکلنے پر مجبور کر دیا۔ اگرچہ صدر رحمٰن نبی یوف نے بزور طاقت عوامی مظاہروں کو کچلنے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں ایک ہزار سے زیادہ قیمتی جانیں بھی ضائع ہوئیں لیکن ان کے خلاف عوامی احتجاج اتنا شدید تھا کہ بالآخر انہیں ۷ ستمبر ۱۹۹۲ء کو عہدہ صدارت سے استعفیٰ دینے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ چنانچہ عارضی طور پر پارلیمان کے سپیکر اکبر شاہ سکندروف کو ملک کا صدر بنا دیا گیا۔

حزبِ اختلاف کے حامیوں کے دباؤ کے نتیجے میں صدر رحمٰن یوف کے استعفیٰ نے روس اور وسطی ایشیا کی دیگر ریاستوں کی دارالحکومتوں کو شدید اضطراب میں مبتلا کر دیا۔ انہیں خطرہ محسوس ہونے لگا کہ تاجکستان میں "جمہوریت کے لبادے میں" اسلام پسندوں کا اقتدار خود ان کی حکمرانی کے تسلسل کو خطرات سے دوچار کر سکتا ہے۔ چنانچہ "امن افواج" کے نام سے تاجکستان میں تعیناتی کے لیے "آزاد ممالک کی دولت مشترکہ" کی افواج کے مزید دستے روانہ کر دیے گئے۔ دوسری طرف ازبکستان اور روس نے کلیابی اور خجندی کمیونسٹوں کو دوشنبے کی حکومت کے خلاف صف آراء ہونے کے لیے تیار کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ سنجک سفاروف کی قیادت میں شمال کے کمیونسٹ عناصر کمیونسٹ اقتدار کی بحالی

کے لیے صف بستہ ہونا شروع ہو گئے۔ "پاپولر فرنٹ" کے نام سے کمیونسٹ ملیشیا کی تشکیل کی گئی جس کو ازبکستان اور اس کی وساطت سے روس کی طرف سے بھاری اسلحہ کی سپلائی شروع ہو گئی۔ اوائل اکتوبر ۱۹۹۲ء میں کمیونسٹ ملیشیا نے دوشنبے میں برسرِ اقتدار جمہوریت نواز اور اسلام پسند عناصر کے خلاف اپنی مسلح کاروائیوں کا آغاز کر دیا۔ پاپولر فرنٹ نے ۱۹ نومبر ۹۲ء کو تاجک پارلیمان (جس میں کمیونسٹ عناصر کو غلبہ حاصل تھا) کا اجلاس اپنے زیر کنٹرول علاقے خجند میں بلایا۔ پارلیمان نے صدر کا عہدہ ختم کرتے ہوئے اکبر شاہ سکندرروف کو معزول کرنے اور پارلیمان کے چیئرمین کے طور پر امام علی رحمانوف کے تقرر کا اعلان کیا۔ اس کے بعد ازبک فضائیہ اور ازبک ٹینکوں کی مدد سے پاپولر فرنٹ نے دوشنبے میں اسلام پسند اور جمہوریت نواز پارٹیوں کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ پاپولر فرنٹ ملیشیا کے سربراہ سنجک سفاروف نے اس موقعہ پر کہا:

"We will cleanse Tajkistan and Russia from the democratic scum."

"ہم تاجکستان اور روس کو جمہوری جھاگ سے صاف کر دیں گے۔"

نئی کمیونسٹ حکومت نے اقتدار پر قبضہ مستحکم کرتے ہی ظلم و بربریت کا بازار گرم کر دیا۔ اسلام پسندوں اور کمیونزم کے مخالفین کے خلاف پرزور مہم شروع کی گئی اور قتل عام کا ایک ایسا سلسلہ چل نکلا جس کے نتیجے میں پانچ لاکھ افراد بے گھر ہو گئے۔ تین لاکھ کے قریب افراد افغانستان ہجرت کرنے پر مجبور کر دیے گئے۔ ۷۰ ہزار سے زیادہ افراد کو شہید کیا گیا۔ کمیونسٹ حکومت کے ظالمانہ ہتھکنڈوں سے جان بچا کر ہجرت کرنے والوں کے گھروں اور دیگر املاک کو یا تو لوٹ لیا گیا اور یا پھر انہیں نذر آتش کر دیا گیا۔

دوسری طرف حزبِ اختلاف کی جلاوطن قیادت اس نتیجے پر پہنچی کہ سیاسی عمل میں شرکت کے حق کے استعمال سے بزور شمشیر منع کیے جانے کے بعد ان کے پاس کمیونسٹ حکومت کے خلاف مسلح جدوجہد شروع کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا ہے۔ چنانچہ وسط ۱۹۹۳ء میں حزبِ اختلاف کے مسلح دستوں نے تاجک - افغان سرحد پر متعین روسی اور تاجک افواج پر شبخون مارنے شروع کر دیے۔ حزبِ اختلاف نے لمبے عرصے تک گوریلا جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا تاکہ تاجکستان کے کمیونسٹ حکمرانوں کو ملک میں جمہوری روایات کے مطابق اصلاحات اور حزبِ اختلاف کو سیاسی عمل میں شریک کرنے پر مجبور کیا جا سکے۔ ۱۹۹۳ء سے آواخر ۱۹۹۴ء تک مشترکہ حزبِ اختلاف کی طرف سے دوشنبے کے کمیونسٹ حکمرانوں کے خلاف جہاد جاری رہا۔ حزبِ اختلاف کی طرف سے عسکری راستہ اپنانے کی حکمت عملی نے جلد ہی مثبت نتائج دکھانا شروع کر دیے۔ حزب اختلاف کی طرف سے حکومت کے خلاف عسکری کاروائیوں اور جہاد کے تسلسل ہی کی بدولت دوشنبے کی کمیونسٹ حکومت کو "غیر قانونی"

حزبِ اختلاف کے ساتھ مذاکرات شروع کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔ گو شروع میں دوشنبے کی حکومت نے مذاکرات کو اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے استعمال کرنے کا رویّہ اپنایا تاہم حزبِ اختلاف کی طرف سے جنوبی تاجکستان کے علاقوں پر کنٹرول حاصل کرنے کے بعد اور دارالحکومت دوشنبے کی طرف ان کی مسلسل پیش قدمی نے امام علی رحمانوف کی حکومت کو سنجیدہ مذاکرات پر مجبور کر دیا۔ دوسری طرف روس، اقوام متحدہ اور پڑوسی وسط ایشیائی ریاستوں کو بھی حزبِ اختلاف کی عسکری کامیابیوں نے متعدّد خدشات میں مبتلا کر دیا۔ چنانچہ ان کی طرف سے بھی امام علی رحمانوف کی حکومت پر سنجیدہ مذاکرات کے لیے دباؤ بڑھنے لگا۔

متحارب فریقین کے درمیان جنگ بندی معاہدہ طے کرانے اور مسئلہ کا سیاسی حل تلاش کرنے کے لیے ۲۴ اگست ۱۹۹۳ء کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے اپنی پہلی مگر غیر معمولی اپیل میں حکومت تاجکستان سے تنازعہ کا سیاسی حل تلاش کرنے کی ضرورت تسلیم کرنے اور جنگ بندی معاہدے کے لیے فریقین کے درمیان مذاکراتی عمل میں شریک ہونے پر زور دیا۔ اس سے قبل روس نے فریقین میں مذاکرات کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی مگر ۱۹۹۳ء کے وسط میں تاجک افغان سرحد پر متعین ۲۵ روسی فوجیوں کی اپوزیشن دستوں کے ہاتھوں ہلاکت کے بعد اس کے موقف میں تبدیلی آنا شروع ہو گئی۔ چنانچہ صدر یلسن یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ وہ تاجکستان میں جاری خانہ جنگی کے خاتمے کے لیے فوجی حل کے بجائے سیاسی حل کی حمایت کرتے ہیں۔

اقوام متحدہ اور عالمی برادری کی مداخلت سے تاجک حکومت اور اپوزیشن کے درمیان اب تک مذاکرات کے پانچ ادوار منعقد ہو چکے ہیں۔ پہلا دور اپریل ۱۹۹۴ء میں ماسکو میں شروع ہوا۔ مذاکرات کے پہلے دور کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔ دوسرے دور کی میزبانی ایران نے کی۔ مذاکرات کا یہ دور جون ۹۴ء میں تہران میں شروع ہوا۔ متحارب فریقین نے مذاکرات میں جنگ بندی معاہدہ پر دستخط کیے۔ ۲۱ اکتوبر ۹۴ء کو اسلام آباد میں مذاکرات کا تیسرا دور شروع ہوا۔ اس میں فریقین نے جنگ بندی اور اقوام متحدہ کی زیرِ نگرانی مشترکہ مانیٹرنگ کمیشن کے قیام کی غرض سے ایک معاہدے پر دستخط کیے۔ تاہم فریقین کے درمیان کھچاؤ اور تناؤ کی کیفیت بدستور جاری رہی جس کی وجہ سے معاہدہ پر عمل درآمد میں مشکلات پیش آتی رہیں۔ جنگ بندی کے باوجود سرحدی جھڑپیں جاری رہیں۔ مذاکرات کا چوتھا دور مئی ۱۹۹۵ء میں قازقستان کے دارالحکومت الماتا میں ہوا۔ مگر اس میں بھی کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔ تاجک حکومت اور اپوزیشن کے درمیان ایک بار پھر اقوام متحدہ کی کوششوں سے مذاکرات کا پانچواں دور ترکمنستان کے دارالحکومت اشک آباد میں منعقد کیا گیا۔ یہ دور آٹھ ماہ تک جاری رہا جو ۹۵ء کے آواخر میں شروع ہوا اور جولائی ۹۶ء میں ختم ہوا۔ یہ دور بار بار تعطّل کا شکار ہوتا رہا۔ اس دوران ۲۱ جنوری (۹۶ء) کو دارالحکومت دوشنبے میں تاجکستان کے مفتی اعظم کو ان کے اہل خانہ سمیت نامعلوم بندوق برداروں

نے فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔ یہ حادثہ مذاکرات میں تعطل کے بعد ان کے دوبارہ شروع ہونے سے چند ہی روز قبل وقوع پذیر ہوا۔ اگرچہ فریقین نے مفتی فتح اللہ شریف زادہ کے قتل کی ذمہ داری ایک دوسرے پر عائد کی تاہم اس امکان کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کارروائی کسی تیسرے فریق کی تھی۔ کیونکہ تاجکستان میں بعض ایسی خفیہ طاقتیں بھی سرگرم عمل رہی ہیں جو یہ نہیں چاہتیں تھیں کہ حکومت اور اپوزیشن کے درمیان کسی طرح کی مفاہمت ہو۔ اپوزیشن کے رہنما قاضی اکبر تورے جانزادہ نے مفتی اعظم کے قتل کی مذمت کرتے ہوئے کہا "مفتی کو ان لوگوں نے قتل کیا ہے جو امن کے خواہاں نہیں ہیں۔"

۹۵ء کے اواخر میں شروع ہونے والے مذاکرات کے اس پانچویں دور میں اپوزیشن کے وفد کی قیادت قاضی اکبر تورے جان زادہ کر رہے تھے۔ اشک آباد میں ایک طرف مذاکرات جاری تھے اور دوسری طرف حکومت اور اپوزیشن کے دستوں کے درمیان عسکری جھڑپوں میں شدت آتی گئی۔ اپوزیشن کے حامیوں نے حکومت کے دستوں کو طویل درہ سے پیچھے دھکیلتے ہوئے علاقے پر قبضہ کر لیا تھا۔

اپوزیشن کا بڑا مطالبہ کاروبار حکومت میں ملک کی تمام سیاسی قوتوں کی شراکت تھا۔ تاہم مذاکرات میں اس جانب کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔ حکومت اور اپوزیشن کے درمیان مذاکرات جاری تھے اور تاجک حکومت بار بار مذاکرات کے بائیکاٹ کی دھمکیاں دے رہی تھی کہ اسی دوران سرکاری فوج کے دو کمانڈروں نے حکومت کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا۔ ان کمانڈروں کا مطالبہ تھا کہ تنازعہ کا مؤثر حل تلاش کیا جائے۔ باغیوں کا دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ وزیر دفاع کو برطرف کیا جائے۔ یہ صورت حال صدر امام علی رحمانوف کے لیے انتہائی تکلیف دہ تھی۔ ایک طرف اُنہیں بین الاقوامی برادری کی طرف سے مذاکرات کے لیے شدید دباؤ کا سامنا تھا اور دوسری طرف فوج کے ایک دھڑے نے ان کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔ چنانچہ اُنہوں نے باغی کمانڈروں کے مطالبے کو تسلیم کرتے ہوئے وزیر دفاع کو برطرف کر دیا۔ یوں یہ بغاوت رفع ہو گئی اور باغی فوج واپس اپنی بیرکوں میں چلی گئی۔ اب صدر امام علی رحمانوف پر فوجی حلقوں کی طرف سے زیادہ دباؤ نہ تھا۔ اگرچہ اُنہوں نے مذاکرات میں شرکت کا فیصلہ کر لیا تاہم ایسا اُنہوں نے صدر یلسن کے بدلتے ہوئے تیوروں اور حزبِ اختلاف کے عسکری دستوں کی پے در پے کامیابیوں کے باعث کیا۔ صدر یلسن نے ایک موقعہ پر کہا:

"ہم سدا تاجکستان کو اپنے بازوں پر اٹھائے نہیں رکھ سکتے۔ جو لوگ وہاں مر رہے ہیں وہ ہمارے ہی آدمی ہیں۔"

روسی صدر اب کھل کر تاجک حکومت سے حزبِ اختلاف کو رعایتیں دینے کے لیے کہنے لگے تھے۔ اپوزیشن کو کچلنے کے لیے صدر یلسن کی طرف سے تاجک حکومت کو بھرپور عسکری اور مالی امداد کی فراہمی کے باوجود صدر یلسن تاجک حکومت سے حزبِ اختلاف کو رعایتیں دینے کا مطالبہ کیوں کرنے

لگے؟ اس کی ایک وجہ تو روس کی اپنی معاشی بدحالی تھی۔ روس زیادہ عرصہ تک تاجک جنگ کے اخراجات برداشت کرنے کا متحمل نہیں تھا۔ مگر بڑی اور اصل وجہ خطّے میں بڑے پیمانے پر اسلامی بیداری کی لہر اٹھنے کا خوف تھا۔ صدر یلسن اس بات سے خائف تھے کہ اگر تاجک خانہ جنگی زیادہ عرصہ تک جاری رہتی ہے یا عسکری فتوحات کے نتیجے میں اپوزیشن تخت اقتدار پر متمکن ہو جاتی ہے۔ تو ایسی صورت میں اسلام سے "متاثر" تاجک آبادی جو پڑوسی ریاست ازبکستان میں بھی کل آبادی کا ایک چوتھائی ہے، مکمل طور پر "بنیاد پرستی" کی لپیٹ میں آسکتی ہے۔ جس کے بعد ماسکو تک "بنیاد پرستی" کی پیش قدمی کو کسی بھی طور پر روکا نہیں جا سکے گا۔ روسی یہ بھی جانتے ہیں کہ وادی فرغانہ (مغل شہنشاہ بابر کی آبائی سرزمین) میں اسلامی رجحانات بڑی تیزی سے پھیل رہے ہیں۔ یہ وادی تین وسط ایشیائی ریاستوں میں منقسم ہے اور خطے کے وسط میں واقع ہے۔ وادیٔ فرغانہ نہ صرف وسطی ایشیا بلکہ روس کے اندر مسلم جمہوریاؤں میں اسلامی بیداری کی لہر پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ نتیجتاً روسی فیڈریشن کے اندر واقع خود مختار مسلم جمہوریائیں اپنے مسلم تشخص کے تحفّظ کی خاطر آزادی کا مطالبہ بھی کر سکتی ہیں۔

صدر یلسن وسطی ایشیا کے مسلمانوں میں مذہب سے لگاؤ کی خوابیدہ چنگاری بھڑک اٹھنے کے خوف سے نیز تاجک حزبِ اختلاف کی "پارلیمانی جدوجہد" کے ممکنہ طور پر "اسلامی بنیاد پرستی کی تحریک" میں تبدیل ہونے کے خدشات کے پیش نظر تاجک صدر امام علی رحمانوف سے مطالبہ کرتے رہے ہیں کہ وہ اپوزیشن کو "مراعات" دینے پر رضامند ہو جائیں۔

صدر یلسن اور عالمی دباؤ کے تحت اقوام متحدہ کی زیر نگرانی ہونے والے مذاکرات کا پانچواں دور بھی جولائی ۱۹۹۶ء بغیر کسی واضح پیش رفت کے ختم ہو گیا۔ تاہم مذاکرات کے دوران امام علی رحمانوف حزبِ اختلاف کے جلاوطن رہنماؤں کو پارلیمنٹ کے خصوصی اجلاس میں شرکت کے لیے دعوت دینے پر تیار ہو گئے تھے۔ ۱۹۹۲ء کے آواخر میں ان رہنماؤں کی جلاوطنی کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ انہیں تاجکستان کے سرکاری کنٹرول والے علاقے میں واپس آنے کی اجازت مل رہی تھی۔ صدر رحمانوف اپنے اس وعدہ کے ایفاء میں بہرحال ناکام رہے۔ دسمبر ۱۹۹۶ء میں فریقین کے درمیان امن معاہدے پر دستخطوں کے وقت صورت حال یہ تھی کہ جمہوریہ کے مغربی علاقہ پر حکومت کا کنٹرول تھا جبکہ گنجان آبادی والا مشرقی علاقہ پامیر اور گورنو بدخشاں اپوزیشن کے قبضہ میں تھے۔

۲۳ دسمبر ۹۶ء کو ماسکو میں ہونے والے معاہدہ سے قبل ۱۰ دسمبر کو شمالی افغانستان میں افغان - تاجک سرحد سے ۱۵۰ کلومیٹر دور "قندس [یا قندوز]" شہر میں تاجک حکومت کے سربراہ امام علی رحمانوف اور متحدہ اپوزیشن کے رہنما نیز حزب نہضت اسلامی کے امیر سیّد عبداللہ نوری کے درمیان ایک غیر رسمی ملاقات کے دوران متحارب فریقین نے جنگ بندی میں توسیع پر اتفاق کیا۔ دونوں

رہنماؤں کے درمیان یہ ملاقات ۹ دسمبر کو ہونا طے تھی، مگر سیّد عبداللہ نوری جائے ملاقات پر بروقت نہ پہنچ سکے جس کے باعث یہ ملاقات ایک روز کی تاخیر سے ہوئی۔ حسبِ پروگرام سیّد عبداللہ نوری اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اقوام متحدہ کے ایک طیارے میں سوار ایران کے شہر مشہد سے قندس جارہے تھے کہ طالبان کے ایک طیارے نے انہیں شین ڈنڈ فوجی اڈے پر اترنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ سیّد عبداللہ نوری طے شدہ وقت کے مطابق قندس نہ پہنچ سکے۔

سیّد عبداللہ نوری اور امام علی رحمانوف کے درمیان ہونے والی اس ملاقات میں اس امر سے اتفاق کیا گیا کہ دونوں رہنما ۱۹ دسمبر کو بغیر "پیشگی شرائط" کے روس کے دارالحکومت ماسکو میں ایک بار پھر باضابطہ طور پر ملاقات کریں گے۔ قندس میں یہ ملاقات اگلے روز بھی جاری رہی۔ سید عبداللہ نوری اور تاجک حکومت کے سربراہ امام علی رحمانوف کے درمیان مجموعی طور پر یہ تیسری ملاقات تھی۔ جس کا اہتمام اقوام متحدہ نے کیا تھا۔ مذاکرات میں معزول افغان صدر پروفیسر برہان الدین ربانی نے ثالث کی حیثیت سے شرکت کی۔ مذاکرات کے دوران متحارب فریقین کے درمیان جنگ بندی معاہدہ کے استمرار پر زور دیا گیا۔ اس سے قبل ستمبر ۱۹۹۴ء میں پہلی بار حکومت اور اپوزیشن کے درمیان جنگ بندی معاہدہ طے ہوا تھا مگر بارہا اس کی خلاف ورزی کی جاتی رہی اور پھر وقتاً فوقتاً اس کی تجدید بھی کی جاتی رہی۔ آخری جنگ بندی کی میعاد دسمبر ۹۶ء کے اواخر میں ختم ہونے والی تھی۔ اپوزیشن کی افواج کو حالیہ معاہدہ سے قبل کے چند ہفتوں کے دوران حکومتی افواج کے خلاف متعدد مزید کامیابیاں بھی حاصل ہوئیں۔ انہوں نے پامیر کے پہاڑی علاقے میں حکومتی افواج کے بعض مضبوط ٹھکانوں پر قبضہ کیا۔

۲۰ دسمبر ۹۶ء کو ماسکو میں شروع ہونے والی سربراہی ملاقات آٹھ گھنٹے تک متواتر جاری رہی۔ ماسکو کی یہ سربراہی ملاقات ۱۰ اور ۱۱ دسمبر کو شمالی افغانستان میں دونوں رہنماؤں کے درمیان ہونے والی ملاقات کا ہی دراصل تسلسل تھا۔ اس ملاقات کے دوران بالاخر ۲۳ دسمبر ۹۶ء کو تاجک حکومت کے سربراہ اور متحدہ حزبِ اختلاف کے رہنما نے چار سالہ جنگ کے خاتمہ کے لیے دو دستاویزات پر دستخط کیے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ مذاکرات میں روسی حکام کے علاوہ تاجکستان میں اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندے جرڈ ڈیٹرچ میرم بھی شریک تھے۔

روسی وزیراعظم وکٹر چرنومیردین نے ۲۳ دسمبر ۹۶ء کے معاہدۂ امن کی تعریف کرتے ہوئے اسے تمام تاجک عوام کی خواہشات اور امنگوں کا آئینہ دار قرار دیا ہے۔ جو ملک میں جاری خانہ جنگی سے اکتا چکے ہیں۔ معاہدہ پر دستخط کی تقریب کے بعد امام علی رحمانوف نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: "تنازعہ کے حل کے سلسلہ میں یہ معاہدہ ایک اہم کامیابی ہے۔" اپوزیشن کے رہنما سید عبداللہ نوری نے کہا: "یہ (معاہدہ) تاجک تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز ثابت ہوگا اور ایسے معاشرہ کی تعمیر کی راہیں ہموار کرے گا، جس میں ہر ایک کے لیے خاصی جگہ ہوگی"۔ تاہم انہوں نے خبردار کرتے ہوئے کہا:

"تاجکستان میں معاہدہ کے فوری بعد امن قائم ہوتا نظر نہیں آتا۔ کیونکہ تاجکستان میں کئی طاقتیں ایسی ہیں جو یہاں قطعاً امن کی خواہاں نہیں ہیں"۔

پانچ سالہ طویل خانہ جنگی کے خاتمہ کی غرض سے کیے گئے اس معاہدہ کی کامیابی کا دار و مدار اگر ایک طرف دوشنبے میں برسراقتدار رحمانوف حکومت کے خلوص نیت پر ہے تو دوسری طرف حزبِ اختلاف کی طرف سے تاجک عوام کے سماجی مسائل اور ان کی اقتصادی مشکلات کے حل کے لیے ایک جامع اور ٹھوس منصوبہ کی تشکیل پر بھی ہے۔ حزبِ اختلاف کو خاص طور پر ایک انتہائی مشکل چیلنج درپیش ہے۔ اگر وہ عبوری دور [۱۲ سے ۱۸ ماہ تک] میں تاجک عوام کی ان سے وابستہ توقعات کی تکمیل کی طرف کوئی مثبت پیش رفت نہ کر سکی تو یہ حزبِ نہضتِ اسلامی کے لیے بالخصوص اور عالمی تحریک اسلامی کے لیے بالعموم ایک زبردست دھچکا [setback] ہوگا۔

تاجک حزبِ اختلاف اور خاص کر حزبِ نہضتِ اسلامی بجا طور پر یہ توقع رکھتی ہے کہ عبوری دور میں جب کہ وہ حکومت کا حصہ ہوں گے مسلمان ممالک اور عالمی اسلامی تحریکات کی طرف سے ان کی (بالفاظ دیگر تاجک حکومت کی) کھل کر امداد کی جائے گی۔ کیونکہ اب مسلم ممالک کی دارالحکومتوں کو مغرب اور روس کی "حساسیت" کا ڈر نہیں رہے گا۔ اگر تاجکستان کو افغانستان جیسے حالات سے بچانا مقصود ہے تو مسلم امہ کو تاجکستان کی بھرپور مدد کرنا ہوگی۔ عبوری دور میں تباہ حال معیشت کی بحالی اور ہیکل اساسی کی از نو تعمیر کی طرف مثبت پیش رفت میں ناکامی ایک ایسی صورتِ حال پر منتج ہو سکتی ہے کہ جس میں متعدد غیر ملکی قوتیں ملوث ہوں گی جو اپنے مفادات کی تکمیل کی خاطر ملک کی گروہی بنیادوں پر تقسیم [polarization] اور جمہوریت نواز و اسلام پسند سیاسی عناصر کے کردار کی مکمل نفی کے لیے کام کریں گی۔ اس صورت میں شاید مسلم امہ کے پاس صورتِ حال کی اصلاح کے لیے کوئی انتخاب [option] نہیں ہوگا۔

قازقستان: ریاستی خاکہ

(جمہوریہ قازقستان سے متعلق درجہ ذیل معلومات (CIA World Factbook) سے لی گئی ہیں۔ بہرحال یہ بات پیش نظر رہے کہ ان میں سے بعض معلومات سوویت دور کے سرکاری ریکارڈ پر مبنی ہیں جن کا قابل اعتماد ہونا بوجوہ کئی حلقوں کے نزدیک مشکوک ہے۔)

جغرافیہ

محل وقوع: جمہوریہ قازقستان وسطی ایشیا کے خطّے میں روس اور ازبکستان کے درمیان واقع ہے، اس کی سرحدیں بحیرۂ کیسپئن اور بحیرہ آرال سے ملتی ہیں۔

حوالہ جات نقشہ: (map references): ایشیا، آزاد ممالک کی دولتِ مشترکہ کا وسط ایشیائی جمہوریائیں، معیاری وقت کے عالمی خطے

علاقہ

کل رقبہ : ۲۷۱۷۳۰۰ مربع کلومیٹر

زمینی رقبہ : ۲۶۶۹۸۰۰ مربع کلومیٹر

زمینی سرحدیں: قازقستان کی کل ۱۲۰۱۲ کلومیٹر لمبی سرحدیں ہیں۔ جن میں سے ۱۵۳۳ کلومیٹر لمبی سرحد چین، ۱۰۵۱ کلومیٹر لمبی سرحد کرغیزستان، ۶۸۴۶ کلومیٹر لمبی سرحد روس، ۳۷۹ کلومیٹر لمبی سرحد ترکمنستان اور ۲۲۰۳ کلومیٹر لمبی سرحد ازبکستان کے ساتھ ملتی ہے۔

سواحل: قازقستان خشکی میں گھرا ہوا ہے اس لیے اس کے سواحل نہیں ہیں۔

نوٹ: قازقستان کی ۱۰۵۱ کلومیٹر لمبی سرحد بحیرہ آرال اور ۱۸۹۴ کلومیٹر لمبی سرحد بحیرۂ کیسپئن سے ملتی ہے۔

بحری حقوق سے متعلق دعوے (maritime claims): جمہوریہ قازقستان خشکی میں گھرا ہوا ہے، تاہم بحیرۂ کیسپئن میں اس کی سرحدیں روس، آذربائیجان، اور ترکمنستان سے ملتی ہیں۔ بحیرہ کیسپئن میں سمندری حقوق سے متعلق دعووں پر اس وقت مذاکرات چل رہے ہیں۔

بین الاقوامی تنازعات: ساحل سے بحیرۂ کیسپین کے وسط تک موجودہ قازق بالادستی کو روس چیلنج کر سکتا ہے۔

موسم: براعظمی (یورپی) نوعیت کا ہے۔ موسمِ سرما سرد اور موسمِ گرما گرم ہوتا ہے۔ جو خشک اور نیم خشک رہتا ہے۔

خطہ (Terrain): قازقستان کوہستان وولگا سے کوہستان التائی (Altai) کے پہاڑی سلسلوں اور مغربی سائبیریا کے میدانوں سے وسطی ایشیا کے صحرا اور نخلستان تک پھیلا ہوا ہے۔

قدرتی وسائل: قازقستان کے قدرتی وسائل میں پٹرولیم، کوئلہ، خام لوہے کے ذخائر، مینگنیز، کروم کچ دھات، نکل، تانبا، مولبڈنیم، سیسہ، جست، باکسائٹ، سونا اور یورینیم شامل ہیں۔

ارضی تقسیم: زرعی زمین: ۱۵ فیصد،

مستقل فصلیں: نہ ہونے کے برابر،

چراگاہیں: ۵۷ فیصد،

جنگلات پر مشتمل رقبہ: ۴ فیصد،

دیگر: ۲۴ فیصد

سیراب کی جانے والی زمین: (۱۹۹۰ء) ۲۳۰۸۰ مربع کلومیٹر

ماحول:

موجودہ مسائل: تابکار اور ضرررساں کیمیائی اثرات سے متاثر خطے جہاں سابق دفاعی صنعتیں اور اسلحہ کی آزمائش کے لیے مخصوص علاقے واقع تھے، پورے ملک میں پائے جاتے ہیں۔ اور انسانی اور حیوانی حیات کے لیے شدید خطرہ ہیں۔ بعض شہروں میں صنعتی آلودگی سنگین تر ہوتی جارہی ہے کیونکہ بڑے دو دریا جو بحیرہ آرال میں گرتے ہیں آب پاشی کے لیے ان سے نہریں نکالنے کے باعث خشک ہو رہے ہیں۔ نتیجتاً اپنے پیچھے حشرات کش ادویات اور قدرتی نمکیات کی نقصاندہ کیمیائی تہہ چھوڑ رہے ہیں۔ جب آندھی آتی ہے تو وہ ان مضر مادوں کو اپنے ساتھ اڑاتی ہے۔ یہ مضر مادّے گرد و غبار کے طوفان میں شامل ہوجاتے ہیں اور ماحول کو آلودہ کردیتے ہیں۔

باشندے

آبادی: ۱۷۳۷۶۶۱۵ (جولائی ۱۹۹۵ء اندازاً)

آبادی میں اضافہ کی شرح: ۰۶ء۶۲ فیصد (۱۹۹۵ء اندازاً)

شرح پیدائش: ۱۹٫۶۲ فی ہزار افراد (۱۹۹۵ء اندازاً)
شرح اموات: ۷٫۹۳ فی ہزار افرا (۱۹۹۵ء اندازاً)
شرح ہجرت (نقل مکانی): ۵٫۱۱ فی ہزار افراد (۱۹۹۵ء اندازاً)
بچوں کی شرح اموات: ۱۰۰۰ از ندہ پیدا ہونے والے بچوں میں ۴۰ موت کا شکار ہو جاتے ہیں (۱۹۹۵ء اندازاً)

اوسط عمر:

مجموعی : ۶۸٫۲۵ سال

مرد : ۶۳٫۶۱ سال

خواتین : ۷۲٫۱۳ سال (۱۹۹۵ء اندازاً)

شرح صلاحیت توالد (Total fertility rate): ۲٫۴۳ (بچے) فی خاتون (۱۹۹۵ء اندازاً)

قومیت:

اسم: قازقستانی

اسم صفت: قازقستانی

نسلی تقسیم: قازق: ۴۱٫۹ فیصد، روسی: ۳۷ فیصد، یوکرینی: ۵٫۲ فیصد، جرمن: ۴٫۷ فیصد، ازبک: ۲٫۱ فیصد، تاتار: ۲ فیصد، دیگر: ۷٫۱ فیصد [(سرکاری معلومات ۱۹۹۱ء)]

مذاہب: مسلم: ۴۷ فیصد، روسی آرتھوڈکس: ۴۴ فیصد، پروٹسٹنٹ: ۲ فیصد اور دیگر: ۷ فیصد۔

زبانیں: سرکاری زبان قازق ہے، ۴۰ فیصد سے زائد آبادی یہی زبان بولتی ہے۔روسی مختلف قومیتوں کے درمیان رابطے کی زبان ہے۔اور دو تہائی قازق باشندے روسی زبان بولنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ روز مرہ کے معاملات میں روسی زبان ہی استعمال کی جاتی ہے۔

خواندگی: ۱۵ سال سے زائد عمر کے افراد لکھ اور پڑھ سکتے ہیں (۱۹۸۹ء)۔

مجموعی شرح خواندگی : ۹۸ [کذا] فیصد

مرد : ۹۸ فیصد

خواتین : ۹۶ فیصد

افرادی قوت (labour force): ۷٫۳۵۶ ملین افراد

مجموعی طور پر ۷٫۳۵۶ ملین افراد کام کرتے ہیں۔ جن میں سے ۳۱ فیصد صنعت اور تعمیر سے

وابستہ ہیں، ۲۶ فیصد زراعت اور جنگلات سے اور ۴۳ فیصد دیگر شعبوں سے منسلک ہیں (۱۹۹۲ء)

حکومت

نام:

پورا روایتی نام: جمہوریہ قازقستان

مختصر روایتی نام: قازقستان

مقامی پورا نام: قازقستان ری پبلکاسی

مقامی مختصر نام: کوئی نہیں

سابقہ نام: قازق سوویت سوشلسٹ جمہوریہ

ڈائیگراف: [دو حرفی صوتKZ]

طرز حکومت: جمہوریہ

دارالحکومت: الماتا

تنظیمی تقسیم:

۱۹ اوبلستار (مفرد اوبلس) ہیں اور شہر (قالالار، واحد قالا) صرف ایک الماتا ہے، الماتا اوبلسی، اکمولا اوبلسی، اکتوبے اوبلسی اتیراو اوبلسی، باتیس قازقستان اوبلسی، کوک شیتاؤ اوبلسی، مینفشتاو اوبلسی، اونگٹسنک اوبلسی (چمکنت) قاراغانڈی اوبلسی، قوستانے اوبلسی، قزل اوردا اوبلسی، پاولودار اوبلسی، سیمے اوبلسی، شیغیز قازقستان اوبلسی (اوسکیمن، سابقہ اوستاکامنگورسک)، سولٹو سٹک قازقستان اوبلسی (پٹروپافل) تلدی قورغان اوبلسی، تورغے اوبلسی، زمبیل اوبلسی، ژیز قازغان اوبلسی۔

نوٹ: قوسین کے اندر دیے گئے نام انتظامی مراکز یعنی اوبلسیوں کے صدر مقارت کے نام ہیں۔

آزادی: قازقستان نے ۱۶ دسمبر ۱۹۹۱ء کو سوویت یونین سے آزادی کا اعلان کیا۔

قومی تعطیل: ۱۶ دسمبر کو یوم آزادی کے موقع پر قازقستان میں عام تعطیل ہوتی ہے۔ (۲۵ اکتوبر کو یوم جمہوریہ قرار دیا گیا ہے)

دستور: ۲۸ جنوری ۱۹۹۳ء کو ملک کا دستور منظور کیا گیا۔ (۱۹۹۵ء میں صدارتی طرز کا نیا دستور منظور کر لیا گیا ہے)

قانونی نظام: شہری قانون کے نظام پر مبنی ہے۔

حق رائے دہی کے لیے عمر: ۱۸ سال (سب کے لیے)

انتظامیہ:

سربراہ مملکت: صدر نور سلطان نذر بائیف (اپریل ۱۹۹۰ء سے)، نائب صدر یریک احسن بائیف (یکم دسمبر ۱۹۹۱ء سے)، آخری انتخابات (یکم دسمبر ۱۹۹۱ء کو ہوئے تھے۔) —— ۱۹۹۵ء میں نور سلطان نذر بائیف بلامقابلہ دوبارہ صدر منتخب ہوگئے۔

(**نوٹ:** نور سلطان نذر بائیف نے ۳۰ اپریل ۱۹۹۵ء کو ملک بھر میں ریفرنڈم کروا کر اپنی مدت صدارت سن ۲۰۰۰ء تک بڑھا دی ہے۔)

سربراہ حکومت: وزیراعظم اکی جان قاضی گل دین (۱۲ اکتوبر ۹۴ء سے، ہیں)

کابینہ: وزراء کی کونسل ہے جن کا تقرر وزیراعظم کرتا ہے۔

مقننہ: ایک ایوان پر مشتمل ہے۔

سپریم کونسل: آخری انتخابات سات مارچ ۱۹۹۴ء کو ہوئے تھے۔ (آئندہ انتخابات ۱۹۹۹ء میں ہوں گے)، کل ۱۷۷ نشستوں میں سے مختلف جماعتوں کی حاصل کردہ نشستیں:

یونین پیپلز یونٹی آف قازقستان: ۳۳، جمہوریہ قازقستان کی فیڈریشن آف ٹریڈ یونینز: ۱۱، پیپلز کانگرس آف قازقستان: ۹، سوشلسٹ پارٹی آف قازقستان: ۸، جمہوریہ قازقستان کی کسان پارٹی: ۴، سماجی تحریک CAD: ۴، اتحاد نوجوانان قازقستان: ۱، انجمن بزرگان سیاست: ۱، جمہوری کمیٹی برائے انسانی حقوق: ۱، انجمن وکلاء برائے قازقستان: ۱، بین الاقوامی عوامی کمیٹی (آرال ایشیا قازقستان): ۱، کونسل آف انٹرپرائزرز آف قازقستان: ۱، ۱۲ ادیں سپریم سوویت کے نائبین: ۴۰، آزاد: ۶۲۔

دستوری عدالت کی طرف سے ۱۹۹۴ء کے انتخابات کالعدم (invalid) قرار دیے جانے کے بعد ۱۲ مارچ ۱۹۹۴ء کو سپریم کونسل توڑ دی گئی۔

عدلیہ: عدالت عظمیٰ

سیاسی جماعتیں اور قائدین: پیپلز یونٹی پارٹی (PUP)—— کونیش سلطانوف چیئرمین، پیپلز کانگرس آف قازقستان (PCK)—— اولژاس سلیمانوف چیئرمین، سوشلسٹ پارٹی آف قازقستان (SPK، سابق کمیونسٹ پارٹی) گا یار محمد یرتش بائیف کو چیئرمین، ری پبلکن پارٹی (آزاد پارٹی) گا کمال آرما تائیف چیئرمین، ڈیموکریٹک پراگرس (روسی) پارٹی —— الیگزنڈرا ڈوکو چائیفا چیئرمین، جمہوریہ قازقستان کی کنفیڈریشن آف ٹریڈ یونین، جمہوریہ قازقستان کی کسان یونین، معاشرتی تحریک (LAD)—— وی میخائلوف چیئرمین، اتحاد نوجوانان قازقستان، جمہوری کمیٹی برائے حقوق انسانی، انجمن وکلاء قازقستان، بین الاقوامی عوامی کمیٹی، آرال ایشیا قازقستان، ۱۲ ادیں سپریم سوویت کے نائبین، عوامی تعاون پارٹی——

اومرزاق ساسنوف (چیئرمین)، انجمن بزرگانِ سیاست

دیگر سیاسی و پریشر گروپ:

انڈیپنڈنٹ ٹریڈیونین سنٹر، ---صدر لیونڈ سولومن

معیشت:

سرسری جائزہ: رقبے کے لحاظ سے قازقستان سابق سوویت جمہوریاؤں میں قازقستان دوسری بڑی جمہوریہ ہے۔ یہ جمہوریہ تیل، کوئلے، نایاب دھاتوں اور زرعی وسائل سے مالا مال ہے۔ ملک کی معیشت سوویت مرکزیت پسند نظام سے آزاد تجارت کی طرف انتقال کے عبوری دور سے گزر رہی ہے۔ تاہم معیشت پر سرکاری کنٹرول کے مظاہر تاحال عیاں ہیں۔ دوسری طرف نئی تجارتیں تیزی سے وجود میں آ رہی ہیں۔ ملکی معیشت غیر ملکی سرمایہ کاروں کے لیے کھول دی گئی ہے۔ ملک کی بارہ فیصد ریاستی ملکیت کے تجارتی ادارے نجی شعبے میں دے دیے گئے ہیں۔ ۱۹۹۳ء میں تین سالہ صنعتی نج کاری پروگرام شروع کیا گیا۔ ملکی کرنسی کا کامیابی سے اجراء کیا گیا۔ مغربی تیل کمپنیوں کے ساتھ دو بڑے مشترکہ منصوبے شروع کیے گئے ہیں۔ ان دوررس اقدامات کے منفی نتیجے کے طور پر ۱۹۹۰ء سے قومی آمدنی میں مجموعی طور ۳۰ فیصد کمی ہوئی۔ غیر مستحکم مالیاتی پالیسیوں کی بدولت افراط زر کی شرح بہت بڑھ گئی ہے۔ جو ۱۹۹۳ء میں اوسطاً ۲۸ فیصد ماہانہ رہی۔ اور اس میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ نئی کرنسی کے اجراء سے افراط زر میں نسبتاً کمی واقع ہوئی ہے۔ نومبر ۱۹۹۳ء میں نئی کرنسی کے اجراء کے ساتھ ہی حکومت نے مالی نظم و ضبط اور تیز تر اقتصادی اصلاحات متعارف کرانے کے وعدوں کو ایک بار پھر دہرایا ہے۔ تاہم بڑھتی ہوئی اقتصادی مشکلات اور اقتصادی اثاثوں کی تقسیم کے مسئلہ پر قازق اور روسی النسل باشندوں کے درمیان کشیدگی ملک کی اقتصادی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی ہیں۔

قومی پیداوار

مجموعی داخلی پیداوار (GDP): ۵۵٫۲ بلین امریکی ڈالر (۱۹۹۴ء اندازاً)

قومی پیداوار: اصل شرح اضافہ ۲۵ فیصد (۱۹۹۴ء اندازاً)

فی کس قومی پیداوار: ۳۲۰۰ امریکی ڈالر (۱۹۹۴ء اندازاً)

افراط زر کی شرح: ۲۴ فیصد ماہانہ (۱۹۹۴ء اندازاً)

بے روزگاری کی شرح:

۱٫۱ فیصد، یہ تناسب محض سرکاری طور پر درجِ رجسٹر بے روزگار افراد کا ہے۔

بجٹ:
آمدنی: امریکی ڈالر (دستیاب نہیں ہے)
اخراجات: امریکی ڈالر (دستیاب نہیں ہے)
برآمدات: ۳ء۱ بلین امریکی ڈالر (۱۹۹۴ء اندازاً)
برآمدی اشیاء: ان میں تیل، فولادی اور غیر فولادی دھاتیں، کیمیائی مرکبات، اجناس، اون، گوشت اور کوئلہ وغیرہ شامل ہیں۔
شراکت دار (ممالک): روس، یوکرین، ازبکستان
درآمدات: ۳ء۵ بلین امریکی ڈالر (۱۹۹۴ء)
درآمدی اشیاء: درآمدی اشیاء میں مشینری اور پرزہ جات، صنعتی سامان، تیل اور گیس وغیرہ شامل ہیں۔
شراکت دار (ممالک): روس و دیگر سابق سوویت جمہوریائیں اور چین۔

بیرونی قرضہ

ایک بلین امریکی ڈالر سے کچھ کم کا قرضہ روس کو واجب الادا ہے۔
صنعتی پیداوار: شرح اضافہ ۲۸ فیصد (۱۹۹۴ء)

بجلی

پیداواری گنجائش: ۱۷،۳۸۵،۰۰۰ کلوواٹ
فی کس استعمال: ۳،۷۵۰ کلوواٹ فی گھنٹہ
صنعت: معدنی دولت سے متعلق صنعتیں (تیل، کوئلہ، لوہے کی بھرت، میگنا نیز، کرومائیٹ، جست، تانبا، ٹیٹینیم، باکسائٹ، سونا، چاندی، فاسفیٹ، سلفر) لوہا، فولاد، غیر آہنی دھاتیں، ٹریکٹر و دیگر زرعی مشینری، بجلی کی موٹریں اور تعمیراتی ساز وسامان مجموعی قومی پیداوار کا ۲۶ فیصد ہیں۔
زراعت: کل ملکی پیداوار کا ۲۰ فیصد اجناس زراعت پر مشتمل ہے۔ زیادہ تر موسم بہار میں گندم اگائی جاتی ہے۔
غیر قانونی نشہ آور ادویات: قازقستان میں حشیش اور گل لالہ کی غیر قانونی کاشت کی جاتی ہے جسے دولت مشترکہ کے آزاد ممالک کو سمگل کیا جاتا ہے۔ اسے تلف کرنے کے لیے حکومت کے پاس کوئی خاص

منصوبہ نہیں ہے۔

اقتصادی امداد

وصول کنندہ: ۱۹۹۴ء میں اندازاً ایک بلین امریکی ڈالر کی رقم غیر ملکی قرضے کی صورت میں قازقستان کے لیے مختص کی گئی۔ ۱۹۹۵ء کے دوران یہ ادائیگیاں ۷۰۰ بلین امریکی ڈالر تک پہنچ گئیں۔

کرنسی

قومی کرنسی ٹینج (Tenge) ہے۔ اسے ۱۵ نومبر ۱۹۹۳ء کو جاری کیا گیا۔

زرِ مبادلہ کی شرح

۱۹۹۴ء کے آخر میں ایک امریکی ڈالر ۵۴ ٹینج کے برابر تھا۔

مالی سال: شمسی سال

مواصلات

ریلوے لائن: عام استعمال کے لیے، ۱۴،۴۶۰ کلومیٹر لمبی ریلوے لائن ہے اس میں صنعتی استعمال میں لائی جانے والی ریلوے لائینیں شامل نہیں ہیں۔

شاہراہیں: کل لمبائی ۱۸۹،۰۰۰ کلومیٹر ہے۔

اندرون ملک پختہ اور کنکر بجری کی سڑکوں کی لمبائی ۱۰۸،۱۰۰ کلومیٹر ہے۔

اندرون ملک آبی راستے: سیر دریا، ارتس دریا۔

پائپ لائن: خام تیل کی ترسیل کے لیے ۲،۸۵۰ کلومیٹر لمبی پائپ لائنیں، صاف شدہ (Refined) تیل کی ترسیل کے لیے ۱۵،۰۰۰ کلومیٹر جبکہ قدرتی گیس کی ترسیل کے لیے ۳۴۸۰ کلومیٹر لمبی پائپ لائنیں ہیں۔

بندرگاہیں: اندرون ملک — اتیراو بندرگاہ ہے جو بحیرۂ کیسپیئن میں واقع ہے۔

ہوائی اڈے:

کل : ۳۵۲

قابل استعمال : ۱۵۲